مطبُوعات

گلزارِ تبسم | مرتب: جناب فضل الٰہی عارف صاحب۔ شائع کردہ: ادارۂ بتول، اچھرہ۔ لاہور۔ قیمت ۲۰،۴۷ روپے صفحات ۱۷۱۔

ہر زبان کے ادبی سرمائے میں طنز و مزاح کو ہمیشہ غیر معمولی اہمیت حاصل رہی ہے۔ طنز کے گھاؤ گہرے ہوتے ہیں مگر مزاح میں انسان بڑے لطیف انداز سے اُن تلخ حقائق کی طرف دوسروں کو متوجہ کرتا ہے جنہیں شاید عام حالات میں لوگوں کو سننے کی تاب نہ ہو۔ مزاح کا جوہر نہایت ذہین اور فطین انسانوں ہی میں پایا جاتا ہے۔ مزاح کوئی دل لگی نہیں بلکہ حکمت اور دانائی کی بات کو اس طرح بیان کرنا ہے کہ نہ تو سمجھنے میں اسے کوئی دقت ہو اور نہ قبول کرنے میں انہیں بوجھ محسوس ہو۔

اسلام نے امّتِ مُسلمہ کو جو قومی مزاج عطا کیا ہے اُس میں مزاح کا ایک خاص مقام ہے۔ فضل الٰہی عارف صاحب نے بڑے سلیقے کے ساتھ علم و حکمت کے ان انمول موتیوں کو جمع کیا ہے۔ یہ کتاب بڑی مفید اور کار آمد ہے اور اسلامی ادب میں ایک قابلِ قدر اضافہ ہے۔

گلدستۂ نماز | مرتب: جناب فضل الرحمٰن کلیم صاحب۔ شائع کردہ: ادارۂ بتول۔ ۴۔ اے ذیلدار پارک اچھرہ۔ لاہور۔ اس کتابچے میں پُوری نماز، اس کا ترجمہ اور تشریح شامل ہے۔ ترجمے کا انداز حکیمانہ ہے۔ یعنی پہلے ایک ایک لفظ کا الگ الگ ترجمہ درج کیا جاتا ہے۔ پھر الفاظ کو جوڑ کر فقروں کا ترجمہ لکھا جاتا ہے، اس کے بعد با محاورہ ترجمہ دیا جاتا ہے اور آخر میں مختصر سی تشریح درج کی جاتی ہے۔ کتاب کو بڑی صحت اور صفائی کے ساتھ نہایت اچھے کاغذ پر آفسٹ میں شائع کیا گیا ہے۔

اقبال قلندر نہیں تھا | تالیف: جناب صائب عاصمی صاحب۔ شائع کردہ: تخلیق کار پوسٹ بکس نمبر ۲۰۔

جی۔پی۔او، لاہور۔ قیمت دو روپے۔ صفحات ۲۲۰۔

اقبال مرحوم کوئی پیغمبر یا نبی نہ تھے کہ اُن کی زندگی ہر خطا سے پاک اور اُن کا کلام ہر عیب سے منزّہ ہوتا۔ ان کی حیات کے بعض گوشوں اور اُن کے کلام کے بعض حصّوں پر نقد و جرح کی جا سکتی ہے مگر چند سالوں سے ان کی شخصیت کو مسخ کرنے اور اُن کے کلام کو بے وزن بنانے کے لیے اس ملک کا ایک مخصوص بے دین طبقہ جس طرح کوشش کر رہا ہے اُس پر جتنا بھی ماتم کیا جائے کم ہے۔ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ اقبال کی تذلیل اور اُس کے پیغام کی تنقیص کن ناپاک عزائم کو سامنے رکھ کر کی جا رہی ہے۔ زیرِ تبصرہ کتاب اس مذموم کوشش کا ایک نمونہ ہے۔ آپ اگر مصنّف کے قلم سے نکلی ہوئی مندرجۂ ذیل سطور کو نگاہ میں رکھیں تو آپ کو خود یہ معلوم ہو جائے گا کہ اقبال کے خلاف یہ زہر کیوں اُگلا جا رہا ہے:

"اقبال ایک مذہبی شاعر ہے اور مذہب انسانیت کے عالمِ طفولیت کی یادگار ہے۔ جوں جوں انسان کا شعور ترقی کرتا گیا، یہ تحریکیں بھی جنہیں مذاہب کا نام دیا جاتا ہے شعوری ترقی کا پیغام لاتی رہیں۔ چنانچہ ہر دَور کا اقتدار انہی تحریکات کا ایک فطری محرک ہے اور اقبال ایک طرف ماضی ہی کے احیاء کو مستقبل کا ضامن سمجھتا ہے۔ خواہ یہ ماضی فی الواقع زہرناک ہو۔ کیونکہ کوئی ہوشمند انسان ماضی کا سہارا نہیں لیتا"۔ ص۵۷

اقبال نے مسلمان قوم کو بیدار کرنے کے لیے جو طریقہ اختیار کیا وہ نیا نہیں تھا۔ اس سے پہلے مفتی عبدہٗ، جمال الدین افغانی، سر سید، حالی اور کئی دیگر لوگوں نے اپنے اپنے انداز میں وہی باتیں دہرائی ہیں، اقبال جنہیں اپنے رنگ میں دُہرا کر حکیم الامّت کہلایا۔ اقبال نے لیبل یا رجسٹرڈ ٹریڈ مارک کے طور پر انسانیت کو ایک پیغام دینے کا اسلوب اختراع کیا۔ اُس کے پیغام کی علّتِ غائی ماضی پرستی پر مبنی تھی۔ حالانکہ انسانیت اس دَور میں کسی رجسٹریشن کی متحمل نہیں ہو سکتی"۔ ص۴۹

یہ ہیں مذہب، خصوصاً اسلام کے متعلق مصنّف کے خیالات و احساسات، اور اسی نسبت کی بنا پر وہ اقبالؒ سے سخت ناراض ہیں۔ ان کا خیال یہ ہے کہ اقبال محض طالع آزما تھا۔ اُس نے مختلف میدانوں کی خاک چھان کر جب ترقی کی راہیں مسدود پائیں تو اسلام کے نام پر لوگوں کے جذبات سے کھیلنا شروع کیا اور اس طرح عزت و

شہرت حاصل کی۔

اس کتاب کے مطالعے سے مصنّف کے علم اور طرزِ استدلال کے بارے میں کوئی اچھی رائے قائم نہیں کی جا سکتی تعلّی اور اپنی قابلیت کا حد سے بڑھا ہوا احساس اُن کی تحریر سے پوری طرح جھلکتا ہے۔ مثلاً اپنے متعلق اُن کا یہ ارشاد ملاحظہ فرمائیں: "راقم الحروف کی ابھی مسّیں بھیگ رہی تھیں مگر مادرِ فطرت کے ایک فطری لاڈلے فنکار کی حیثیت سے متعدد ملک کے تقریباً سبھی قابلِ ذکر معیاری جریدوں اور رسالوں میں کلام چھپ کر اہلِ فکر و نظر سے خراجِ تحسین وصول کر رہا تھا۔" ص۴

کتاب کے آغاز میں انہوں نے اپنے اسمِ گرامی کے ساتھ ایم۔ اے نفسیات بھی تحریر فرمایا ہے مگر مذہب کے متعلق انہوں نے جو باتیں کی ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مذہب کے نفسیات اور اس کے فلسفے کی ابجد سے بھی واقف نہیں۔ انہیں ابھی تک یہ بھی معلوم نہیں ہو سکا کہ انسان کی باطنی کیفیات اور نظامِ شریعت میں کیا تعلق ہے اور اوامر و نواہی کا خارجی نظام ان کیفیات کی تہذیب کے لیے کیا فرض انجام دیتا ہے۔ افسوس ہے کہ جس موضوع کو بنیاد بنا کر انہوں نے قلم اٹھایا ہے اُس میں ماہرانہ دسترس تو کیا وہ معمولی شُدبُد بھی نہیں رکھتے۔

ڈاکٹر اقبال فلسفۂ مذہب پر نہایت گہری نظر رکھتے تھے، اس لیے ان کے افکار و نظریات پر تنقید کے لیے کسی نہایت وسیع اور عمیق مطالعہ والے شخص کو ہی آگے بڑھنا چاہیے۔ صائب عاصمی صاحب نے جس سطحی اور عامیانہ انداز میں علامہ مرحوم پر جرح کی ہے اُس سے دل کی بھڑاس تو نکالی جا سکتی ہے مگر علم کی کوئی خدمت نہیں ہو سکتی۔

کتاب میں کتابت کی غلطیوں کے علاوہ زبان کی بھی بے شمار غلطیاں ہیں۔

معارف الحدیث جلد چہارم | تالیف۔ مولانا محمد منظور نعمانی صاحب۔ شائع کردہ: کتب خانہ الفرقان، لکھنؤ بھارت۔ قیمت مجلّد: چھ روپے پچاس پیسے۔ غیر مجلّد ۵ روپے پچیس پیسے۔ صفحات ۲۹۶۔

احادیثِ نبوی کی تفہیم کا جو مفید سلسلہ مولانا محمد منظور نعمانی صاحب نے شروع کیا ہے یہ اُس کی چوتھی کڑی ہے۔ اس حصّے میں کتاب الزکوٰۃ، کتاب الصّوم اور کتاب الحج شامل ہیں۔ اس حصّے میں بھی فاضل مصنف نے

احادیث کی ترتیب، تشریح اور توضیح کا وہی انداز اختیار کیا ہے جو اس سلسلے کا طرۂ امتیاز ہے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاداتِ گرامی اور آپ کے اعمالِ حسنہ کو اس طریق سے بیان کرنا کہ پڑھنے والا یہ محسوس کرے کہ وہ انہیں خود اپنے کانوں سے سُن اور آنکھوں سے دیکھ رہا ہے۔ مولانا نے احادیث کی تشریح کرتے ہوئے فنی پیچیدگیوں سے بھی دامن بچانے کی پُوری کوشش کی ہے اور اس کا مطالعہ کرنے والوں کو اپنے فکر و عمل میں حضور سرورِ کائنات کی پیروی کی تلقین کی ہے۔ یہ سلسلہ بڑا قابلِ قدر ہے اور مسلمانوں کو اس سے پُورا پُورا فائدہ اٹھانا چاہیئے کتاب کا معیارِ طباعت و کتابت بہت عمدہ ہے۔

تاریخ طبری حصہ ششم | تالیف: علامہ ابو جعفر محمد بن جریر الطبری۔ ترجمہ: جناب سید محمد ابراہیم صاحب ایم۔اے
شائع کردہ: نفیس اکیڈیمی۔ کراچی۔ قیمت مجلد سولہ روپے۔ صفحات: ۵۲۸

اس کتاب کی پہلی دو جلدوں کا ترجمان القرآن میں تعارف شائع ہو چکا ہے۔ زیرِ تبصرہ تصنیف اس کی چھٹی جلد ہے۔ اس میں عہد بنو امیہ کے آخری پچیس برسوں کے حالات قلمبند کیے گئے ہیں۔ اس میں اسلامی سلطنت کی وسعت پزیری اور کمالِ عروج کے بعد انحطاط کی علامات بھی سامنے آتی ہیں۔ یہ حصہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ جنہیں بجا طور پر عمرِ ثانی کہا جاتا ہے، کے حالاتِ زندگی اور ان کے کارناموں سے شروع ہو کر مروان بن محمد یعنی سلسلہ مروانیہ کے آخری فرمانروا کے حالات پر ختم ہو جاتا ہے۔ اس حصے میں دلفگار حالات کا تذکرہ موجود ہے جنہوں نے امت کی وحدت کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچایا۔ دینِ حق جن مصیبتوں کو مٹانے کے لیے آیا تھا انہوں نے کس طرح سر اٹھانا شروع کیا۔ تاریخ سے کسی قوم کا ذہنی پس منظر ملتا ہے۔ اُسے نگاہ میں رکھے اور اس سے سبق لیے بغیر مستقبل کے لیے کوئی اچھی تعمیر نہیں کی جا سکتی۔ اس کتاب کو اُردو میں منتقل کرنے سے اسلامی تاریخ کے طلبہ کو کافی آسانی ہو گئی ہے۔ مگر اس سے استفادہ کرتے وقت انہیں یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ اس میں جتنے واقعات درج کیے گئے ہیں وہ سارے استناد کے اعتبار سے ایک ہی پایہ کے نہیں۔ فاضل مصنف نے واقعات کو جمع کرنے میں بڑی عرق ریزی سے کام لیا ہے مگر انہوں نے جرح و تعدیل سے کام لے کر صحت کے اعتبار سے اُن کے مرتبہ اور مقام کو متعین نہیں کیا۔